

تنزیل و تاویل

بحث برزخ

از جناب مولانا اسلم حیراج پوری

میرے مضمون برزخ کے متعلق آپ نے جو کچھ ترجمان القرآن ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۳ء میں لکھا ہے وہ انہیں صداوں کی بازگشت ہے جو معارف میں میرے جامعہ والے مضمون کے جواب میں اٹھائی گئی تھیں۔ آپ نے جتنی باتیں لکھی ہیں ان سب کی غلطی واضح کرنے میں طوالت ہوگی اس لیے میں نے ان میں سے چند اصولی باتیں چن لی ہیں جن کا قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہونا ثابت کر دیتا ہوں ان سے آپ کے سارے مضمون کا جواب ہو جائے گا۔ اور اسی ضمن میں ان لوگوں کی غلطیاں بھی ظاہر ہو جائیں گی جنہوں نے معارف میں جوابات لکھے تھے اور اعلیٰ نظر کے سامنے سے دُعا جو تقلیدی خیالات کا اڑایا گیا ہے، دور ہو جائے گا۔ اور قرآن کریم کی واضح تعلیمات میں کوئی حجاب حائل نہ رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

- ۱۔ برزخ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے آپ ص ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ۔
- اگر یہ (برزخ) آڑھے تو میت اور دنیا کے درمیان آڑھے یا میت اور قیامت کے درمیان ہے۔ خدا اور بندے کے درمیان ہرگز نہیں قرآن مجید میں کوئی اشارہ ایسا نہیں ملتا جس سے یہ مفہوم نکلتا ہو کہ برزخ میں مردے

لے ہم نے مولانا کی تمام قائل جواب باتوں پر نمبر لگا دیے ہیں اور آخر میں نمبر کا جواب لکھ دیا ہے۔ ناظرین ہر نشان زور فقرے کا جواب بھی ساتھ ساتھ لڑھکتے جائیں۔

اپنے رب کی حضوری سے آڑ میں رکھے جاتے ہیں۔ یہ محض ایک بے بنیاد
قیاس ہے۔“

اس عبارت میں آپ کا پہلا فقرہ یعنی ”آڑھے تو میت اور دنیا کے درمیان آڑھے“ کھل
قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن نے تو تصریح کر دی ہے کہ ”مِن ذَرَاِعِ هَرَبْرَزَخٍ اِلَى يَوْمِ يُنْفَخُ
اِنَّ كَيْ تَكِّي بَرَزَخٍ هُوَ اِثْمَاءُ جَانِي كَيْ دِن تَكِّي اَسْمَاءُ بَرَزَخٍ كَيْ دُونُوں مَدُو مَتَعِيْن كُو دُوْنُوں
گئے ہیں۔ کہ وہ مرنے والے کی موت سے بجز حشر تک ہے نہ کہ میت اور دنیا کے درمیان (۱)۔ بے
دوسرا فقرہ آپ کا صحیح ہے کہ وہ میت اور قیامت کے درمیان آڑھے۔ اسی قیامت کو میں نے ز
کی حضوری سے تعبیر کیا ہے۔ اور قرآن سے اس کی دلیل بھی لکھ دی ہے کہ۔

اِنَّ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّ اِحْدًا وَّ اِذَا هُمْ بِسِ اِيْكَ شُوْر هُوْكَ اُوْرُوْهُ سَبْ كَيْ سَبْ هَا رَيْ پَال
جَمِيْعٌ اَلْدِيْنَا مَحْضَرُوْنَ (۲۱۱)

حاضر کر دیے جائیں گے۔

اس آیت بالا میں قیامت ہی کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ قیامت
کسی دوسرے کے پاس حضری کا نام ہے؟ قرآن میں اس کی اس قدر تصریحیں ہیں جن کا شمار کرنیوال
ہے مثلاً۔ ثُمَّ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ۔ اِنَّهُمْ مُّلَا قُوْ اَرَبِيْهِمْ وَاغِيْرَه۔
اس لیے یہ بے بنیاد قیاس نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ کا گمان ہے بلکہ قرآن کی تعلیم کی ہوی نفس الامری
حقیقت ہے (۲)۔ شہدا جان دینے کے ساتھ ہی دو عِنْدَ رَبِّيْهِمْ پہنچ جاتے ہیں۔ (۳)۔
اور دوسرے لوگ آڑ میں رکھے جاتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن رب کی حضوری میں لائے جائیں گے
۲۔ ص ۲۱۱ میں قبل از حیات دنیا انسانوں کے زندہ ہونے کا ثبوت دینے کے لیے اپنے عہد است و اہل
آیت نقل کھی ہے جس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رو میں جسموں میں پھونکی نہ گئی تھیں اور جب کہ

موت ان پر طاری تھی اس وقت بھی وہ اس معنی میں مردہ نہ تھیں کہ ان میں سماعت اور گویائی اور علم و شعور نہ تھا جن تعالیٰ نے ان سے جو سوال کیا انکو انھوں نے سنا۔ اس کا جواب دیا اور جواب علم کی بنیاد پر دیا۔

آپ کا یہ عجیب و غریب دعویٰ کون تسلیم کر سکتا ہے کہ ان میں روحیں بھی پھونچی نہ گئی تھیں پھر بھی ان میں سماعت تھی، گویائی تھی علم تھا اور شعور تھا۔ (۴) اس آیت میں تو انسان کی سرشت اور فطرت کا بیان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ (۵)۔

فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ
یہی اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اس کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ یہی سدا بہہ دین ہے۔

اگر سماعت گویائی اور علم و شعور کی دلیل یہی ہے تو مندرجہ ذیل آیت سے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ
ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔

ان چیزوں میں بھی جو جاد استہ ہیں آپ کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ ”سماعت تھی، گویائی تھی اور

علم و شعور تھا۔ جن تعالیٰ نے ان سے جو سوال کیا اس کو انھوں نے سنا۔ اس کا جواب دیا اور جو آیت علم کی بنیاد پر دیا۔“ (۶)

۳۔ موت کے بعد مردوں میں زندگی کا ثبوت آپ نے مندرجہ ذیل آیت پر پیش کرنے کی

کوشش کی ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا
یہاں تک کہ ان میں سے جب کسی کی موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔

فِيمَا تَرَكْتُ كَلًّا - اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَ
 مِنْ وَرَائِهِم بَرْزَخٌ اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ
 میں نے جو کچھ چھوڑا ہے اس میں عمل صالح کرونگا۔ مگر
 نہیں یہ تو ایک بات ہے جس کو وہ کہتا ہے اور ان
 مرنے والوں کے آگے اٹھائے جانے کے دن تک آڑ ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ:-

”یہ ذکر اس حالت کا ہے جب دنیا چھوٹ چکی ہے برزخ اس کے اور دنیا کے
 درمیان حائل ہو چکی ہے۔“

یہ صحیح نہیں جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں، برزخ دنیا اور مردے کے درمیان حائل
 نہیں ہوتی بلکہ مردے اور قیامت کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ جب آپ کی یہ بنیاد ہی غلط ہوگئی
 تو آگے جو ردے آپ نے چڑھائے ہیں ان کے متعلق بحث کی ضرورت ہی نہیں رہی (۷)۔
 دراصل یہ قول مردوں کے مرنے کے وقت کا ہے نہ کہ مرنے کے بعد کا۔ (۸)۔ اسی
 مضمون کی وہ آیت ہے جو اس کے بعد آپ نے نقل کی ہے۔

وَ اَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ
 يَأْتِيَ اَحَدَكُمْ الْمَوْتُ فَيَقُولُ رَبِّ
 لَوْلَا اٰخَرْتَنِي اِلَى اٰجَلٍ قَرِيْبٍ صَدَقْتُمْ
 وَ اَكُنُّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ - (شپا)۔
 اور جو کچھ تم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس
 پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے۔ پھر وہ کہے گا کہ
 اے رب! کیوں نہ تو نے تمھوڑے عرصہ تک مجھے
 دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیک بندوں میں سے ہوجاتا

اس کے بعد کی بھی آیات جو آپ نے نقل کی ہیں صریحاً موت ہی کی حالت کی ہیں نہ کہ
 موت کے بعد کی (۹)۔

۴۔ ثواب برزخ کے ثبوت میں آپ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفَّوْهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ طَيَّبُوْنَهُمْ
 جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس وقت نکالتے ہیں

يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۳۲)

جب کہ وہ پاک ہوتے ہیں۔ ان سے کہتے ہیں کہ تم پر
سلامتی ہو جنت میں داخل ہوا ہے ان کو ان کے بدلے میں تم کرتے

یہی آیت مولوی ابوالوفائے صاحب نے میرے جواب میں لکھی تھی۔ جس کو اپنے مفہوم

میں تفصیل کے ساتھ میں ثابت کر چکا ہوں کہ یہ دارِ آخرت کے متعلق ہے نہ کہ برزخ کے۔ پوری آیت یہ

وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ
الْمُتَّقِينَ۔ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا

اور بے شک آخرت کا گھر بہتر ہے، اور کیسا اچھا گھر

ہے پرہیزگاروں کا۔ ہمیشہ رہنے والے باغات میں وہ

داخل ہوں گے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یونہی اللہ پر

کو بدلہ دیگا جن کی جانیں ملائکہ اس حالت میں قبض

کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں کہیں گے کہ تمہارے

اوپر سلامتی ہو تم اپنے عمل کے بدلہ جنت میں داخل

ہو۔

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا
مَا يَشَاءُونَ۔ لَكَ يَجْزِي اللَّهُ

الْمُتَّقِينَ الَّذِينَ تَتَوَقَّعُهُمُ الْمَلَائِكَةُ
طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا

الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۳۳)

یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی پرہیزگار جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور گنہگار

دوزخ میں (۱۰) بلکہ یہ داخلہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد ہو گا جس کی تصریح جا بجا قرآن میں

کی گئی ہے۔ سورہ زمر میں ہے۔

ثُمَّ نُفِخُ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ
يَنْظُرُونَ۔ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ

رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا

پھر دوبارہ نفع صور ہو گا اور ایک دم وہ کھڑے ہو جا

دیکھتے ہوئے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھگی

اور کتاب رکھی جائے گی اور انبیاء اور گواہ لائے جائیں

اور ان (حاضرین) میں انصاف کے ساتھ فیصلہ

کیا جائیگا۔ اور ان پر ظلم نہیں ہو گا۔ اور ہر شخص نے

مَا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ - وَ
سَيِّقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ ذُرًّا مِّنْهَا
جو کچھ کیا اس کو پورا پورا دیا جائے گا۔ اور اللہ اچھی
طرح جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور کفار ہانکے جائیں گے
جہنم کی طرف گروہ۔ گروہ۔

وَسَيِّقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَىٰ الْجَنَّةِ
ذُرًّا مِّنْهَا حَتَّىٰ إِذَا جَاؤُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا
وَقَالَ لَهُمْ خُزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ فِيهَا (۷۳)

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں وہ جنت کی طرف
گروہ گروہ لائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچیں
آجائیں گے اور اس کے دروازے کھول دئے جائیں گے
تو اس کے نگہبیاں کہیں گے کہ تم پاک ہوئے جنت میں
داخل ہو ہمیشہ کے لیے۔

آیت بالا میں مقبول کے لیے دخول جنت اور کفار کے لیے دخول نارقیامت کے دن حساب
کتاب کے بعد ہے۔ اب جہاں قرآن میں یہ مضمون آئے گا، اسی تصریح کے مطابق سمجھا جائے گا۔ اور یہی
قرآن مجید کا دستور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر وہ موت کے ساتھ ہی ساتھ بیزاد سزا کا ذکر کر دیتا ہے جس کے
وہ شخص جو قرآن نہیں کے اصول سے واقف ہے صاف صاف سمجھتا ہے کہ یہ قیامت کے دن کا حال ہے۔
مگر جو شخص قرآن کے طرز بیان سے آشنا نہیں وہ اس کو اسی وقت پر محمول کرتا ہے اور غلطی کھا جاتا ہے۔ (۱۱۱)

۵۔ موت کے ساتھ ہی گنہگاروں کے جہنم میں داخل ہونے کا ثبوت آپ نے مندرجہ ذیل

آیت سے پیش کیا ہے۔

الَّذِينَ اتَّقَوْهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَالِيهِمْ
فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ -
بَلَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ فَا
دْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا

وہ جن کی جانیں فرشتے اس حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ
اپنے نفس پریم کر رہے تھے تو وہ صبح (کی طرح) اڈاتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ ہم تو کوئی بُرائی نہیں کرتے تھے۔ ہاں اللہ
جانتا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔ سو تم جہنم کے دروازوں میں
داخل ہو ہمیشہ اس میں رہو گے۔

لیکن تعجب ہے کہ آپ نے یہ نہ دیکھا کہ اس آیت میں تو صاف صاف قیامت کے

دن کی تصریح ہے۔ پوری آیت یہ ہے۔

پھر اللہ ان کو قیامت کے دن رسوا کرے گا اور کہے گا کہ

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ اِنَّ

کہاں ہیں میرے وہ شرکار جن کے بارے میں تم

شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقِقُونَ فِيهِمْ

ضد کرتے تھے جن کو علم دیا گیا ہے۔ وہ کہیں گے کہ

قَالَ الَّذِينَ اَوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ

آج کے دن رسوائی اور برائی ہے ان کافروں پر

الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ الَّذِينَ

جن کی جانیں فرشتے اس حالت میں نکالتے ہیں کہ

تَتَوَقَّاهُمْ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي اَنْفُسِهِمْ

وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے تو وہ صلح (کی طرح) ادا

فَاَلْقُوا السَّلَامَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ

ہیں کہ ہم تو کوئی برائی نہیں کرتے تھے۔ ہاں! اللہ

بَلَىٰ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ -

جانتا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔ سو تم جہنم کے دروازوں

فَاَدْخَلُوا ابْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ

میں داخل ہو، ہمیشہ اس میں رہو گے

یہ تو آپ کی دلیل بالکل آپ کے مدعا کے خلاف اور میرے مدعا کے مطابق ہے۔ (۱۲)

۶۔ صفحہ ۲۴۲ سے صفحہ ۲۴۵ تک آپ نے مردوں کی روحانی زندگی کا جو فلسفہ بیان کیا

ہے اور شہیدوں اور غیر شہیدوں کی موت کا یہاں اندازہ لگا یا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے

یہ وہی ہے جو مولانا سورتی علیہ الرحمۃ نے میرے جواب میں معارف میں تراشا ہے اور جن کی فلسفیانہ

قابلیت کین اچھی طرح واقف ہوں۔ آپ نے ان سے بھی دو قدم آگے بڑھایا ہے اور لکھا ہے کہ

”تمام مرنے والوں کے لیے عرفی موت کے بعد بھی ایک روحانی زندگی ہے جس

میں احساس شعور سمع اور گویائی وغیرہ قوتیں بدستور باقی رہتی ہیں۔“

یہ حقیقت میں محض قیاس آرائی ہے اور قرآن کے سراسر خلاف ہے قرآن نے شہیدوں کے متعلق تصریح

کئی ہے کہ :-

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ (۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو
مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

اور غیر شہیدوں یہاں تک کہ ان بزرگوں کے متعلق جن کو مشرکین پوجتے ہیں فرمایا ہے۔
أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ۔
آيَان يَتَّبِعُونَ (۲۱)

مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور ان کو پتہ نہیں ہے کہ کب
اٹھائے جائیں گے۔

یعنی ان کو صرف اموات کہنے پر اکتفا نہ کی بلکہ غیر احیا کہہ کر ظاہر کر دیا کہ حیات کا مطلقاً کوئی
شائبہ ان میں باقی نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ شعور کی بھی ان سے نفی کر دی (۱۳)۔ مندرجہ ذیل
آیات میں ان کی فعلت یعنی عدم علم اور عدم سماع کی بھی تصریح ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ
اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (۵)

اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا
ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دینے کے اور
ان کی پکار سے بیخبر ہے۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ
مِنْ قَاطِبِئِنَّ أَنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا
دُعَاءَكُمْ (۱۱)

اور اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے
پھٹکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم ان کو پکارو گے تو
وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے۔

قرآن کی ان کھلی ہوئی تصریحات کے جوتے ہوئے غیر شہید مردوں میں زندگی شعور۔ سمع
اور گویائی تسلیم کرنا اور پھر ان کی حالت کو شہیدوں کے ساتھ یکساں اندازہ کرنا دراصل قرآن کا
انکار ہے۔ جس سے ایک مسلمان کو لرزنا چاہیے۔ (۱۲)۔

۷۔ اب اس آیت کو لیجیے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قَاتَلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا - (۵۵)

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کیے گئے یا مر گئے تو اللہ ان کو ضرور اچھی روزی دے گا۔

وَلَا يَنْفَعُكُمْ إِلَّا اللَّهُ فَخَشِرُوا (۱۵۶)

اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ ضرور اللہ ہی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

ان آیتوں میں آپ نے حاشیہ لکھا ہے کہ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صالحین کے ساتھ ایک ہی معاملہ ہوتا ہے اور اس میں شہید اور غیر شہید کا کوئی فرق نہیں۔ یہی آیتیں معارف والوں نے بھی استدلال میں پیش کی تھیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ بحث اس امر میں تو نہیں ہے کہ صالحین کو رزق حسن نہیں ملے گا یا یہ کہ وہ اپنے رب کے پاس محسوس نہیں ہوں گے۔ مدار بحث تو برزخ ہے اس کے خلافت ان میں سے کیا دلیل نکلی؟ پہلی آیت میں شہیدوں اور غیر شہیدوں کے صرف نتائج بیان کیے گئے ہیں۔ ان کے اوقات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ان کی تصریح دوسری آیت میں ہو چکی ہے کہ شہیدوں کو مرنے کے بعد ہی زندگی اور رزق حسن مل جاتا ہے اور غیر شہید صالحین کو قیامت کے دن ملے گا (۵۵)۔ یہی صورت دوسری آیت کی ہے جس میں شہیدوں اور غیر شہیدوں کے حشر کی تصریح کی گئی ہے جو جنت پر مسلمان ایمان رکھتا ہے اور کبھی اس سے انکار کی جرات نہیں کر سکتا۔ میرے معترضین کو غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ قرآن کریم کے اس اصول سے آشنا نہیں ہیں کہ وہ مختلف امور کو مختلف آیات اور مقامات میں ملے کرتا ہے۔ ایک ہی آیت میں ہر چیز کا فیصلہ نہیں کر دیتا۔

۸۔ سورہ یسین میں ایک مومن کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ جو ابھی اس نے اپنے ایمان

کا اعلان کیا اور کہا۔

إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ (۲۵)

سن رکھو کہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا۔

اسی وقت اس کی قوم نے جو کافر تھی اکو قتل کر ڈالا۔ اس کے بارے میں ہے۔

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ. قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ (۲۶)

اس سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اس نے کہا
کاش میری قوم کو علم ہوتا اس کا جو اللہ نے میری مغفرت
کی اور مجھے معززین میں شامل کر دیا۔

میں نے اس شخص کو شہید لکھا ہے۔ اس پر آپ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ۔
”قرآن میں اس شخص کے بارے جانے کا ذکر نہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا
ہے کہ اُسے قتل کر دیا گیا تھا۔ جو شخص روایات کو طینی اور ناقابل اعتبار سمجھتا
ہو اس کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس شخص کو جنت میں داخل ہونے کا حکم مرنے کے بعد
دیا گیا“

یہی مطالبہ مجھ سے مدیر صاحب معارف کا ہے کہ تم قرآن سے اس کو شہید ثابت کرو۔
حقیقت یہ ہے کہ میں نے جو اس مومن کو شہید قرار دیا ہے تو قرآن ہی کی بنا پر قرار دیا ہے
نہ کہ روایات پر۔ کیونکہ قرآن سے اس کے شہید ہونے کا ثبوت بالکل کھلا ہوا ہے۔ اس لیے کہ قرآن
میں شہیدوں کی دو خصوصیتیں بتائی گئی ہیں ایک تو عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْسَوْنَ اور دوسری۔
فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ یعنی جو کچھ اللہ نے اپنی مہربانی سے ان کو دیا ہے اس پر
مسرور ہیں سورہ یسین کے مرد مومن کے لیے کہا گیا ہے ”ادْخُلِ الْجَنَّةَ“ جو ”يُرْسَوْنَ عِنْدَ
رَبِّهِمْ“ کی تفسیر ہے اور پھر اس نے مسرور ہو کر کہا کاش میری قوم جانتی جو اللہ نے میری مغفرت
کی اور مجھے سر بلندوں میں شامل کیا“ یہ دوسری خصوصیت کا مفہوم ہے۔ اب چونکہ شہیدوں کی
دونوں خصوصیات اس میں پائی گئیں اس لیے قرآن سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ وہ شہید تھا۔ (۱۷)
حاشیہ میں آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ”جو شخص حدیث کو ناقابل اعتبار سمجھتا ہو“ میری نسبت

صحیح نہیں ہے میں حدیثوں کو تاریخی حد تک قابل اعتبار سمجھتا ہوں بشرطیکہ اس کی صحت کے شواہد موجود ہوں۔

یہاں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اصولاً آپ حضرات کا یہ مطالبہ مجھے صحیح نہیں تھا۔ اس لیے کہ جو شخص حدیثوں کو دینی حیثیت سے قابل احتجاج سمجھتا ہو اس کے اوپر اس سے حجت لائی جا سکتی ہے اور اس کو اس کی قبولیت سے انکار کا حق نہیں پہنچتا۔

۹۔ صفحہ ۲۲۴ میں حاشیہ میں آپ لکھتے ہیں کہ

”صالحین و ابرار کے نام اس دفتر میں لکھے جاتے ہیں جو علیین کے لیے مخصوص ہے اور فاسقین و فجار کے نام سبچین کے دفتر میں مندرج ہوتے ہیں اس کے معنی نہیں کہ انہوں نے فنا ہو جاتے ہیں اور جہنم نام دیا جاتا ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی روضہ علیین و سچین میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ درہ میں بچہ کا نام لکھا گیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ بچہ غائب ہو گیا اور صرف اس کا نام رجسٹر میں رہ گیا۔“

اِنَّ كِتَابَ الْاَبْرَارِ لَعِنْدِ عَلِيِّينَ“ کا یہ ترجمہ کہ ابرار کے نام اس دفتر میں لکھے جاتے ہیں جو علیین کے لیے مخصوص ہے عربیت کے لحاظ سے کس قدر عجیب ہے! پھر یہ کہنا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی روضہ بھی علیین و سچین میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اور زیادہ عجیب تاخر یہ کہ دلیل سے؟ کوئی آیت پیش کیجئے قرآن میں تو صرف یہ ہے۔

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ قَالَ فِرْعَوْنُ نَعْنَعُ كَذٰلِكَ نَلُوٰكُ كَا كِيَا حَالُ هِي هِي
عَلَيْهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ (بہ)۔ نے کہا کہ ان کا علم میرے رکبے پاس نوشتہ میں ہے۔
قرآن تو صاف تصریح کر رہا ہے کہ گزشتگان کا علم رکبے نوشتہ میں مندرج ہے۔ پھر آپ

آگے بڑھ کر یہ کہنے کا کیسے حق رکھتے ہیں کہ علم ہی نہیں بلکہ روحیں بھی اس میں داخل ہیں۔ اور حیرت یہ ہے کہ اس بحث میں جو مخالفین قرآن سے ہو رہی ہے آپ آیات کے بالمقابل دلیل بھی پیش کرتے ہیں تو دلیل مثالی جس کی کوئی منطقی حیثیت نہیں ہے۔ اور مثال بھی مردوں کی زندوں پر۔ (۱۷)

۱۰۔ آل فرعون کے عذاب نار کے متعلق میں نے قرآنی آیات سے ثابت کر دیا کہ ”يعرضون“

کے معنی حال کے نہیں لیے جاسکتے بلکہ استقبال کے ہیں جیسا کہ سورہ احقاف میں ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ
أَذْهَبْتُمْ طَيْبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمْ دُنْيَا
كَمَا جَاءَكُمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ
الَّذِينَ كَفَرُوا فِي حَيَاتِهِمْ دُنْيَا
(۲۶)

یہ حیات اخروی کا معاملہ ہے جس میں جہلہ کفار جس میں آل فرعون بھی داخل ہیں آگ پر پیش کیے جائیں گے بلکہ آل فرعون کے متعلق خصوصیت کے ساتھ دوسری جگہ تصریح موجود ہے کہ۔
يَقْدَمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ
النَّارَ (۹۸)

اور ان کو آگ میں اتار دیا۔ (۱۸)

۱۱۔ ص ۲۴ میں آپ نے میرے غلط نظریے ”گنائے ہیں جو آپ کے خیال میں یہ ہیں برزخ

مطلق عالم حیات ہے۔ مردوں میں شعور احساس اور علم نہیں ہے اور وہ غافل ہیں۔ قرآن کی رو سے انسان کے لیے دو ہی موتیں ہیں اور دو ہی زندگیاں۔ رزخ کا زمانہ مردوں کو محسوس نہیں ہوتا لیکن دراصل یہ میرے نظریے نہیں ہیں بلکہ قرآن کی کھلی ہوئی تصریحات ہیں جن کو ایک ایک کر کے میں نے اپنے مضمون میں درج کر دیا ہے اور اس جواب میں بھی میں لکھ دیا ہے۔ اب اس پر سوائے اس کے میں کیا کر سکتا ہوں کہ یہ آیت پڑھوں (۱۹)۔

فَانَّهُمْ لَا يَكْفُرُونَ بِحَبْلِهِمْ وَلَا يَكْفُرُونَ بِاللَّظْمِ الْفَاتِكِ
حقیقت میں وہ تجھے نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ یہ ظالم

بِآيَاتِ اللّٰهِ يَخْجَرُونَ (پتہ ۱)۔ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

۱۲۔ ص ۱۲ میں ان آیات کے متعلق جو میں نے اس امر کو ثابت کرنے کے لیے پیش کی ہیں کہ قرآن میں سوائے دنیا اور آخرت کے عذاب و ثواب کے برزخ کے عذاب یا ثواب کا کبھی نام تک نہیں آیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ۔

”ان آیات میں کہیں برزخ کی روحانی زندگی اور اس کے عذاب و ثواب کی نفی نہیں کی گئی ہے۔“

سوال یہ ہے کہ کیا عدم نفی سے بھی کوئی دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے؟ میں نے تو متعدد قرآنی دلائل سے برزخ کی روحانی زندگی اور اس کے عذاب و ثواب کے عدم امکان کو ثابت کر دیا ہے پھر عدم نفی کا سوال کہاں باقی رہا۔ (۲۰)

آخر میں اپنے شہیدوں کے ثواب جو برزخ کا ثواب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ بالکل بے محل ہے کیونکہ ہماری بحث برزخ کے متعلق ہے شہیدوں کو ہم نے قرآنی دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ برزخ یعنی آڑ میں نہیں ہیں بلکہ اپنے رب کی حضوری میں ہیں۔ (۲۱)۔

۱۳۔ ص ۱۳ میں آپ نے بھی عذاب برزخ پر وہی دلیل پیش کی ہے جو دیر معارف نے بڑے شرم سے لکھی ہے۔ یعنی۔

سَنَعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يَرُدُّوْنَ اِلَيْهِمْ اَنْ كُوْدُوْا بَارِ عَذَابِ دِيْنَ كُفْرِهِمْ بَرُّ عَذَابِ عَظِيْمٍ (پتہ ۱)۔
کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اس دو بار عذاب میں سے ایک کو آپ حضرات دنیا کا عذاب قرار دیتے ہیں اور ایک کو برزخ کا۔ اس پر آپ کی دلیل کیا ہے؟ قرآن میں تو برزخ کا لفظ نہیں ہے۔ یہ استدلال حقیقت میں اسی وقت ہو سکتا ہے جب پہلے سے عذاب برزخ کا یقین ہو۔ اسی سورہ میں ہے۔

اَوْ لَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ
مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ (۱۳۵)

کیا نہیں دیکھتے کہ ہر سال وہ ایک بار یا دو بار
فتنے میں ڈالے جاتے ہیں۔ پھر بھی باز نہیں آتے۔

جب اللہ ہر سال ان کو ایک دو بار فتنہ میں ڈالتا ہے تو کیا زندگی میں دو بار عذاب نہیں
دے سکتا۔ پھر کیسے ثابت ہوا کہ دوسرا عذاب برزخ میں ہوگا۔ اس قسم کی دلیلیں پیش کرنے سے جن کو
خود اپنے نفس میں سوچ کر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ان سے مدعا ثابت نہیں ہوتا محض بیکار دلائل کی تعداد
بڑھاتا ہے اور کچھ نہیں۔ (۲۲)۔

جواب بحث

۱۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ مردہ پھر دنیا میں آسکتا ہے؟ اصل آیت پر تو غور کیجیے۔ مرنے والا دنیا
میں واپس آنا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد ہو رہا ہے کہ ”ہرگز نہیں۔ اب واپسی نہیں ہو سکتی
اس لیے کہ اس کے آگے برزخ ہے، اس دن تک کے لیے جب کہ سب مردے اٹھائے جائیں گے“
کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ برزخ جس طرح مردے اور قیامت کے درمیان حائل ہے اسی طرح
مردے اور دنیا کے درمیان بھی ہے؟ مگر غضب تو یہ ہے کہ آپ آیت کے الفاظ ہی پر نہیں خود آپ
الفاظ پر بھی غور نہیں فرماتے۔ آپ خود فرما رہے ہیں کہ ”برزخ کے دونوں حدود متعین کر دیے گئے
ہیں کہ وہ مرنے والے کی موت سے لیکر حشر تک ہے“ اس کے صاف معنی اس ہیں کہ برزخ کی ابتدا
حد انسان کی دنیوی موت ہے اور آخری حد آخرت کی زندگی۔ جب آخری حد امت اور حیات
آخری کے درمیان آڑ ہے تو ابتدائی حد امت اور حیات دنیوی کے درمیان آڑ کیسے نہ ہوئی؟

(۲) ہم بھی مانتے ہیں کہ قیامت کے دن سب کی یکجا حاضری ہوگی اور اس لیے ہوگی کہ سب کے اعمال کا حساب لے کر ان کا فیصلہ کیا جائے لیکن اس مجموعی حاضری کے ذکر سے نتیجہ آپ نے کون سے نکال لیا کہ اس سے پہلے فرداً فرداً باوقات مختلفہ جو لوگ مرتے رہتے ہیں وہ خدا کے پاس حاضر نہیں ہوتے اور اپنے رب کی حضوری سے آڑ میں رکھے جاتے ہیں؛ آپ نے اس نظریہ پر ایک بہت بڑی عمارت اٹھائی ہے لیکن قرآن اس نظریہ کی تائید نہیں کرتا۔ اس کا بیان تو یہ ہے کہ نفس اپنی مدت حیات ختم کر کے خدا کی طرف پلٹتا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا مرجع ہی نہیں ہے۔

نَفْسٍ ذَا أَلْفِقَةٍ ۚ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ (۶:۲۹) هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (۶:۱۰) جو شخص مرتا ہے وہ خدا ہی کے پاس جاتا ہے کہیں اور نہیں جاتا موت بجز اس کے کچھ نہیں کہ خدا نے جس جان کو جسم میں ڈالا تھا اسے وہ واپس لے لیتا ہے۔ اَلَّذِي يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فِيمَا ضَرَبْتَ أَلْيَتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَرِزْقَهَا ۚ وَالْآخِرَىٰ (۵:۳۹) یہ جان جو جسم سے نکلتی ہے تو خدا ہی کے پاس جاتی ہے قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ (۱:۳۲) لہذا اس خیال کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ زوہیں وفات پانے کے بعد اپنے رب کی حضوری سے آڑ میں رکھی جاتی ہیں۔

۳) ایک ہی سزا پر جو کچھ آپ فرما چکے ہیں، یہ بات اس کے خلاف ہے جمیعاً لَدَيْنَا مَحْضَرُونَ اور اس کی ہم معنی آیات کا اگر وہی مفہوم ہے جو آپ بیان فرما رہے ہیں، تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ قیامت سے پہلے کسی کی بھی پشی نہ ہو اس لیے کہ ان آیات میں جو کچھ کہا گیا ہے، کلیت کے ساتھ کہا گیا ہے، اور اس کلی حکم میں کسی کا استثناء نہیں کیا گیا ہے۔ پھر جب آپ کے اعتقاد کے مطابق یہ کلیت بن گیا کہ پروردگار کے سامنے حاضری کا دن قیامت ہے اور اس سے پہلے حاضری نہیں ہو سکتی، تو قیامت سے پہلے شہدار کا "عِنْدَ رَبِّهِمْ" پہنچ جانا یقیناً اس کے خلاف ہوگا۔ اگر

فی الواقع اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا وہی مقصود ہوتا جو آپ نے اس کی طرف منسوب کیا ہے تو جہاں جہاں یہ کلمی حکم بیان کیا گیا ہے وہاں اِلَّا الَّذِیْنَ قَتَلُوا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ یَا کُفَّہُ شَہِدَہَا کا استثناء ضرور مکر دیا جاتا۔

(۴) ان میں رو میں بھی پھونکی نہ گئی تھیں۔ یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ آپ نے میری جو عبارت خود نقل کی ہے اس کو پھر غور سے پڑھیے اور دیکھیے کہ کیا اس کا وہی مفہوم ہے جو آپ نے سمجھا ہے؟ میرا تو واضح مطلب یہ ہے کہ جب رو میں جسموں میں پھونکی نہ گئی تھیں اس وقت بھی وہ اس معنی میں مردہ نہ تھیں کہ ان میں سماع و نطق اور علم و شعور نہ تھا، بلکہ اس حالت میں انسان پر موت کا لفظ صرف اس معنی میں بولا گیا ہے کہ اس کی روح اس کے جسم سے علیحدہ تھی۔ روح بجائے خود زندہ ہے۔ اس میں کسی اور روح کے پھونے جانے کی ضرورت نہیں۔ خود جسم میں بھی زندگی نفع روح ہی سے ہوتی ہے۔ سماع و بصر، نطق و شعور دراصل روح کے اوصاف ہیں نہ کہ جسم کے جسمانی اعضاء تو روح کے لیے محض آلات ہیں جن سے اس کے اوصاف ظہور ایک خاص طور پر ہوتا ہے۔ اگر یہ آلات نہ ہوں تب بھی روح ایک دوسرے طور پر دیکھ اور سن سکتی ہے، بول اور سمجھ سکتی ہے۔ دیکھنا، سنانا، بولنا اور سمجھنا اگر صرف جسمانی کان، آنکھ، دماغ اور زبان پر منحصر ہو، اور ان کے بغیر یہ اوصاف کسی میں متحقق نہ ہو سکتے ہوں، تو آپ خدا کے متعلق بیماریاں رکھتے ہیں؟ وہ آلات جسمانی رکھتا ہے؟ یا آلات کے بغیر اوصاف سے عاری ہے؟

(۵) قرآن مجید کے صاف الفاظ یہ ہیں کہ بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی ذریت نکالی گئی، اللہ نے ان کے اوپر خود انہی کو گواہ بنا کر پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں ہم گواہی دیتے ہیں۔ یہ ایک دوسرا سوال ہے کہ ذریت کے نکالے جانے اور اللہ تعالیٰ سے ان کا سوال و جواب ہونے کی کیفیت کیا تھی لیکن اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے اتنا صاف ظاہر ہوتا ہے

کہ کسی نہ کسی طور پر ذریت نکائی گئی، اور اس سے سوال و جواب ہوا۔ اگر بات صرف اتنی ہوتی کہ اللہ کی معرفت انسان کی سرشت میں رکھ دی گئی ہے، تو اس مفہوم کو واضح طور پر ادا کرنے کے لیے ایسے الفاظ استعمال نہ کیے جاتے جن کا وضع مفہوم یہ نہیں ہے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس معافی کو ادا کرنے کے لیے الفاظ کا اتنا ذخیرہ بھی نہیں جتنا خود آپ کے پاس ہے؟ یا آپ کا یہ خیال ہے کہ نعوذ باللہ حضرت حق کو کچھ پیچیدہ زبان ہی میں بات کرنے کی عادت ہے۔

۶) بعید نہیں کہ سموات و ارض اور پہاڑوں میں بھی ایک طرح کی حیات ہو جس کا علم ہکو نہ ہو۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام بھی کرتا ہو جس کی کیفیت ہم سمجھنے سے قاصر ہوں۔ ہمارا اور آپ کا علم اور اس کے ذرائع محدود ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قدرت غیر محدود ہے۔ ہم جن چیزوں کو مردہ اور نطق و گویائی سے بالکل عاری سمجھتے ہیں، ضروری نہیں کہ وہ حقیقت میں بھی ایسی ہی ہوں اور اگر وہ ایسی ہوں بھی تو اللہ ہر وقت ان کو سمع اور گویائی کی قوت بخش سکتا ہے۔ کان اور آنکھیں اور رکھالیں جن کو آپ گویائی کے ناقابل پاتے ہیں، یہی ایک وقت انسان کے حلقہ گواہی میں آتی ہیں، اور جب انسان اس پر تعجب کرے گا تو وہ کہیں گی کہ اَنْطَقْنَا اللّٰهُ الَّذِي اَنْطَقَ كَلِمًا شَيْءٌ (ہم کو اس حد نہ گویا کر دیا ہے جس نے ہر چیز کو گویا کیا۔ (۴: ۱۳)۔ زمین و آسمان کی اشیاء میں سے بہت سی چیزیں جن کے اندر آپ کے نزدیک حیات کا شائبہ تک نہیں، اللہ کی تسبیح کرتی ہیں، مگر آپ کے پاس وہ ذرائع نہیں جن سے آپ ان کی تسبیح سن اور سمجھ سکیں۔ وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَ لٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ كَلِمَاتِهِمْ اَوْ كُوْنُ مِنْ اَشْيَاۤئِهِمْ جَاهِلًا (۱۴: ۱۵) اس مردہ زمین اور ان بے جان سموات کے متعلق آپ یہ گمان کرنے سے انکار کرتے ہیں، کہ انھوں نے بھی کبھی خدا سے کلام کیا ہو گا۔ لیکن خدا ان سے کلام کر چکا ہے اور یہ اس کو جواب دے چکے ہیں۔ تَعْرَا سَمْعًا وَاِنْ لٰمِ الْاَشْيَاۤئِ وَ دَعَا

دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَارِعَتَيْنِ (۲۰:۴۱)

آپ ان سب کی تاویل کر سکتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے جس سچے اور کامل علم کے ساتھ کلام فرماتا ہے وہ علم ہم کو حاصل نہیں ہے، اور اپنے ناقص و محدود علم کی بنیاد پر ہم اس کے کلام کی جو تاویلات کرتے ہیں ان کی حقیقت اندھیرے میں نشانہ بازی کرنے سے کچھ بھی زیادہ نہیں ہے۔ اس سے پہلے میں اس بنیاد کو مہر حکم کیا جا چکا ہے، لہذا میرے چڑھائے ہوئے رد سے بدستور قائم ہیں۔

(۱۸) مردہ کہہ رہا ہے کہ ”پروردگار مجھ کو واپس کر دیجیے۔ امید ہے کہ میں جو کچھ تھوڑ چکا ہوں اس میں نیک عمل کو دیکھا۔“ اللہ فرما رہا ہے کہ ”ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو تو کہہ رہا ہے۔ اب تیرے آگے ایک آرٹ ہے اس دن تک جب کہ سب مردے اٹھائے جائیں گے۔“ لیکن آپ فرما رہے ہیں کہ نہیں مردہ بھی وہیں ہے، جہاں وہ واپس آنے کی استدعا کر رہا ہے، اور ابھی اس نے وہ چیز چھوڑی نہیں ہے جس میں وہ نیک عمل کرنے کی امید رکھتا ہے، اور ابھی وہ آرٹ مائل نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں واپس کرنے سے انکار کر رہا ہے۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ ہم پر کئی بات مائیں یا اللہ کی اور اس شخص کی جس پر خود یہ کیفیت بیت رہی ہے؟

(۱۹) بلاشبہ بعض آیات کی آپ یہ تاویل بھی کر سکتے ہیں لیکن إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمًا لِّنَفْسِهِمْ قَالُوا اِنَّا نَكْفُرُ كُفْرًا کی یہ تاویل کرنا کہ یہ گفتگو قبض روح کا فعل پورا ہونے سے پہلے کی ہے تاویل کی حد سے گذر کر تعریف کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ لفظ تَوَفَّيْتُمْ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ قبض روح کا فعل پورا ہو چکا اور میت سے فرشتوں کی گفتگو اس کے بعد ہوئی۔

(۱۰) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقین کا انجام بیان کرتے ہوئے پہلے وہ انعامات بیان کیے ہیں جو دار آخرت میں ان پر ہونگے، پھر یہ بتایا ہے کہ ایسے لوگوں پر خدا کے انعامات اسی وقت سے

شروع ہو جاتے ہیں جب ان کی رو میں قبض کی جاتی ہیں، اور خدا کی طرف سے اس کے فرشتے اسی وقت ان کو سلامتی اور دخول جنت کا ثرہ سناتے ہیں۔ تَتَوَفَّاهُمْ کے بعد ہی بقولون کہنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قبض روح کے ساتھ ہی ملائکہ یہ بات پرہیزگار لوگوں سے کہہ دیتے ہیں۔ اگر قبض روح کا فعل اس وقت ہو، اور ملائکہ کی یہ گفتگو قیامت کے وقت، تو اس مضمون کو ادا کرنے کے لیے وہ انداز بیان نہیں ہو سکتا جو قرآن مجید میں اختیار کیا گیا ہے۔ غالباً یہاں آپ پھر اپنے اس نظریے سے کام لیں گے کہ موت اور قیامت میں فصل زمانی نہیں ہے، اور مردے کے لیے قبض روح کا فعل اور قیامت کے دن ملائکہ کی یہ گفتگو دونوں گویا ایک ہی وقت میں ہوتے ہیں لیکن اس نظریے سے آپ میرے مقابلہ میں اس وقت تک کوئی کام نہیں لے سکتے جب تک آپ میرے ان اعتراضات کو رفع نہ کر دیں جو میں نے اس نظریے پر کیے ہیں جو چیز میرے نزدیک مسلم ہی نہیں ہے اس سے آپ میرے مقابلہ میں استدلال کیسے کر سکتے ہیں؟

(۱۱) جو لوگ قرآن فہمی کے اصول سے واقف ہیں وہ قیامت کے حال کو قیامت کا حال اور برنخ کے حال کو برنخ کا حال سمجھتے ہیں قرآن کے صاف و صحیح بیان کے باوجود برنخ کے حال کو قیامت کا حال سمجھنا قرآن فہمی نہیں ہے۔

(۱۲) اس آیت کی بھی وہی تاویل ہے جو غلطی میں بیان کی گئی ہے۔ یہاں ظالمین کے عذاب آخرت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہ عذاب ان پر قبض روح کے وقت ہی سے شروع ہوگا

وَكُلُّتَرَىٰ اِذْ يَتَوَفَّي الذِّیْنَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهُهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَاذْ ذُوْا عَذَابِ الْحَرِیْقِ (۸: ۷۷) اور وَاذْ ذُوْا عَذَابِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا اَیْدِیْہُمْ اَخْرَجُوْا اَنْفُسَکُمْ (۱۱: ۶) سے اس تاویل کی تائید ہوتی ہے کہ ظالمین پر قبض روح کے وقت ہی سے سختیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

۱۳۱) متقولین فی سبیل اللہ کے حق میں موت کی نفی اور حیات کے اثبات کی اصل غرض میں بیان کر چکا ہوں بشرطیکہ
 کے مہودوں کے حق میں حیات کی نفی اور موت کے اثبات کی غرض بھی ظاہر ہے اس سے یہ بنا نامقصود ہے کہ تم قادر مطلق خدا
 کو چھوڑ کر ان بے چاروں کو کیا پچارتے ہو جو کسی چیز کو پیدا کرنے پر قادر نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کب ٹھٹھائے جائیں گے
 ان کو اموات غیر احیاء کہنے کی غرض صرف ان کی بے چارگی اور عدم قدرت پر زور دینا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے
 کہ اگر وہ زندہ بھی ہوں تب بھی ان میں نہ کسی شے کو خلق کرنے کی قدرت ہو سکتی ہے اور نہ ان کے
 پاس یوم البعث کا علم ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی آیات سے آپ شہداء اور غیر شہداء کی موت و حیات
 کے درمیان کوئی اصولی فرق ثابت نہیں کر سکتے۔ شہداء کو زندہ کہنے کا مطلب اگر آپ یہ لیتے ہیں کہ
 عرف عام میں جس کو موت کہتے ہیں وہ ان پر طاری نہیں ہوتی تو ان کو دفن کرنا، اور ان کا
 ترکہ تقسیم کرنا اور ان کی بیویوں کا نکاح ثانی کرنا سب کچھ ناجائز ہوگا۔ لیکن اگر آپ تسلیم کرتے ہیں
 کہ جسمانی موت ان پر طاری ہوتی ہے، اور جس زندگی کا ان کے لیے اثبات کیا گیا ہے، وہ جسمانی
 نہیں بلکہ روحانی زندگی ہے، تو آپ نے گویا تسلیم کر لیا کہ قرآن مجید میں موت کا لفظ اس چیز
 کا مترادف نہیں ہے جس کو آپ مطلقاً مات کہتے ہیں اور جسمانی حیات کے سوا بھی کسی زندگی کو
 قرآن لفظ حیات سے تعبیر کرتا ہے۔ برزخ میں تمام مردوں کے لیے جو زندگی ہم ثابت کر رہے
 ہیں وہ یہی زندگی ہے، اور آپ قرآن مجید سے کوئی ایسی آیت پیش نہیں کر سکتے جو اہل برزخ کے
 حق میں اس زندگی کی نفی کرتی ہو۔

۱۳۲) قرآن کے انکار سے تو ہم ضرور لرزتے ہیں، مگر کسی انسان کے موعومات سے انکار کرنے میں
 ہم کو لرزنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ آپ جو آیتیں اس وقت پیش فرما رہے ہیں اور جو اس کے
 پہلے پیش کر چکے ہیں، وہ زیادہ سے زیادہ یہی ثابت کرتی ہیں کہ اہل برزخ دنیا والوں کی باتیں
 نہ سن سکتے ہیں نہ ان کو جواب دے سکتے ہیں، اور نہ ان کے احوال سے واقف ہیں۔ اس کے

بعد یہ آپکا اپنا اضافہ ہے کہ اہل برزخ جب دنیا والوں سے بات چیت نہیں کر سکتے اور ان کے حالات کا علم نہیں رکھتے تو ان میں سرے سے بولنے اور سننے اور علم رکھنے کی قوت ہی نہیں ہے۔ قبل اس کے کہ آپ اپنے اس اضافے پر ہم کو ایمان لانے کی دعوت دیں، آپ کو قرآن سے اس کا ثبوت دینا چاہیے کہ اہل برزخ فی انفسہم سنے اور بولنے اور علم رکھنے کی قوتوں سے محروم ہیں۔ ورنہ جس طریقے سے آپ استدلال کر رہے ہیں، اس کی پیروی کر کے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ دہلی کی ساری آبادی مطلق عالم مہات میں ہے، کیونکہ وہ نہ حیدرآباد والوں کی باتیں سن سکتی ہے، نہ ان کو جواب دے سکتی ہے، نہ ان کے احوال کا علم رکھتی ہے۔

ہلے آپ نے غور نہیں فرمایا کہ شہیدوں کے حق میں عند ربھویرنا قون کی جو تخصیص لینے کر دی ہے اس کو یہ دونوں آیتیں تمام ان لوگوں کے حق میں عام کر رہی ہیں جھڈا کی، میں ہجرت کرتے ہیں دنیا کی خدمت کرتے ہوئے وفات پاتے ہیں۔ جن آیات میں صرف مقتولین فی سبیل اللہ کے مدارج کا ذکر ہے ان میں یہ تو نہیں کہا گیا ہے کہ یہ مدارج انہیں کے لیے مخصوص ہیں، کسی دوسرے کو نہیں مل سکتے۔ جن جہاں اس کی نفی نہیں ہے، اور یہاں مقتولین اور غیر مقتولین دونوں کے مدارج کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، تو ظاہر ہو گیا کہ خدا کے پاس حاضر ہونے، اور پسندیدہ منازل میں داخل کیے جانے، اور عمدہ رزق پانے میں ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا تقدم و تاخر نہیں ہے۔ تقدم و تاخر کا حکم آپ نے صرف اس بنا پر نکال لیا ہے کہ ایک گروہ کو اموات کہا گیا ہے اور دوسرے کو احیاء لیکن ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جسمانی موت کے اعتبار سے دونوں اموات ہیں۔ اور روحانی حیات کے اعتبار سے دونوں احیاء۔ البتہ ایک بڑی مصلحت سے مقتولین فی سبیل اللہ کو مردہ کہنے کی ممانعت کی گئی ہے اور ان کی حیات روحانی کا اثبات کیا گیا ہے جس سے نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ حیات روحانی صرف شہداء کے لیے مخصوص ہے اور ان کے سوا تمام انبیاء و صدیقین و صالحین

اس زندگی سے بالکل محروم ہیں۔

(۱۱۶) آپ نے یہ کیوں نہ سمجھا کہ اس سے قیامت کے روز ایسا کہا جائے گا، اور اسی روز وہ مسرر بھی ہوگا؟ آپ برزخ کا غیر زمانی ہونا ثابت کر ہی چکے ہیں۔ اور حَاقِّ بِأَلِّ فِرْعَوْنَ مَوءَاءَ الْعَذَابِ اور أُغْرِقُوا فَأَذْخِلُوا نَارًا میں ماضی کو مستقبل کا ہم معنی بھی قرار دے چکے ہیں۔ ان مراحل کو طے کر لینے کے بعد تو آپ کے لیے کوئی وجہ نہ تھی کہ اس مرد صالح کو شہید قرار دینے کے لیے اتنا تکلف کرتے۔

(۱۱۶) عربیت کے لحاظ سے علیین کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یا تو اس سے مراد منازل عالیہ ہیں یا ان منازل کے رہنے والے، مگر موخر الذکر معنی زیادہ صحیح ہیں۔ اس لیے کہ یہ جمع ناطقین کے لیے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علیین کو کتاب مرقوم فرمایا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ علیین وہ دفترے جس میں نیک لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ اسی طرح سچین کے بھی لغت میں دو معنی ہیں۔ قید خانہ یا قیدی۔ کتاب کو سچین کہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی کتاب ہے جس میں قیدیوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات عربیت کے لحاظ سے آپ کو کیوں عجیب معلوم ہوئی؟ رہا یہ سوال کہ نام درج ہونے کے ساتھ ابرار و فجار کی روصیں بھی علیین و سچین میں داخل ہو جاتی ہیں، تو ثبوت قرآن میں موجود ہے حضرت ادریس کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ وَرَفَعْنَا هُ مَكَانًا عَلِيًّا (۱۹: ۱۲)۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ادریس کا صرف نام ہی علیین میں نہیں لکھا گیا بلکہ ان کو ایک مقام بلند دے بھی دیا گیا۔ اسی طرح فجار و ظالمین کے متعلق بھی متعدد آیات نقل کی جا چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان منازل میں داخل ہو چکے ہیں جہاں ان کو عذاب دیا جاتا ہے اس مضمون کو سمجھانے کے لیے جو تشریح دی گئی تھی وہ استدلال کے طور پر نہ تھی بلکہ محض تفسیر کی غرض سے تھی۔

(۱۸) اس کے متعلق مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے مضمون ”برزخ کا ایک گوشہ“ میں جو بحث فرمائی تھی، اس کو دیکھ کر مجھے امید تھی کہ آپ مطمئن ہو جائیں گے، لیکن اس کے جواب میں آپ نے اپنے مضمون ”گوشہ برزخ“ میں جو کچھ فرمایا ہے اسے دیکھ کر معلوم ہو گیا کہ جب انسان ایک خاص خیال لیکر قرآن میں گھستا ہے، تو وہ آیات میں کیسے کیسے تصرفات کرتا ہے۔ آیت زیر بحث میں صاف طور پر پہلے سورۃ العذاب کا اور پھر اشد العذاب کا ذکر ہے، اور سورۃ العذاب کا حال بیان کرنے کے بعد قیام ساعت اور اشد عذاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ سب کچھ قیامت ہی کا حال ہوتا، اور ایک ہی عذاب کے متعلق ہوتا تو جو الفاظ آیت میں وارد ہوئے ہیں وہ بالکل خلاف بلاغت ہوتے لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ یہ نظریات قائم کر چکے ہیں کہ اہل برزخ میں حیات نہیں ہے، اور ان میں زمانہ کا احساس نہیں اور وہ کسی قسم کے عذاب یا ثواب سے اثر پذیر ہی کی صلاحیت نہیں رکھتے اب جو آیت بھی آپ کے سامنے ایسی پیش کی جائے گی جو آپ کے ان نظریات کا ابطال کرنے والی ہو، اس کو دیکھ کر آپ اپنے نظریات میں ترمیم نہ کریں گے، بلکہ آیت کے صاف مفہوم کو ان نظریات ہی کے مطابق بنانے کی کوشش کریں گے۔

(۱۹) دلائل کا یہ جواب تو کوئی معقول جواب نہیں ہے۔ آپ کے نظریات پر میرا اصلی اعتراض تو یہی ہے کہ ان کی تائید میں آپ نے قرآن مجید کی تصریحات پیش نہیں کیں، اور جو آیات پیش کی ہیں وہ آپ کے نظریات ثابت نہیں کرتیں۔ برعکس اس کے میں نے خود قرآن ہی کی آیات پیش کر کے آپ کے ان نظریات کا ابطال کیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر آپ میرے جواب میں یہ آیت پڑھیں تو مجھ کو بھی یہ آیت پڑھنی پڑے گی کہ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ وَتَلْفُوفُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ - (۹:۲)۔

(۲۰) آپ نے میری پوری عبارت نقل نہیں کی میں نے اس فقرے کے بعد یہ لکھا تھا کہ ”ان میں دنیا

آخرت کے عذاب و ثواب کا ذکر اسی طرح ایک واقعہ کے طور پر کیا گیا ہے جس طرح بعض دوسری آیات میں برزخ کی زندگی اور اس کے عذاب و ثواب کا ذکر بطور واقعہ آیا ہے۔ اس سے یہ ثابت کرنا معصود تھا کہ جن آیات میں صرف دنیا اور آخرت کے عذاب و ثواب کا ذکر ہے ان سے نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ دنیا و آخرت کے سوا کسی جگہ عذاب و ثواب نہیں ہے، اس لیے کہ ان آیتوں میں کہیں اس امر کی تصریح نہیں کی گئی ہے کہ عذاب و ثواب صرف دنیا و آخرت میں ہے، اور ان دونوں کے بیچ میں نہیں ہے۔ وہ قرآنی دلائل جن سے آپ نے برزخ کی زندگی اور اس کے عذاب و ثواب کا عدم امکان ثابت کیا ہے، تو ان دلائل کا قرآنی دلائل ہی ہونا ہمارے اور آپ کے درمیان زیر بحث ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ ہمارے اعتراضات رفع کر کے ان کا قرآنی دلائل ہونا ثابت کرتے، آپ اپنے دعوے ہی کو دلیل میں پیش فرما رہے ہیں۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اصطلاح منطوق میں اس طرز استلال کو کیا کہتے ہیں۔

۲۱۔ شہدار کے مسئلہ میں آپ کے مسلک پر جو اشکال وارد ہوتا ہے اس کو آپ بے محل کپکپ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ نہ صرف بے محل بلکہ آپ کے خلاف ایک قوی اعتراض ہے۔ قرآن میں ایک دن تمام مردوں کے متعلق کہا ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اور اسی روز ان کے اعمال فصلیہ ہوگا۔ دوسری طرف یہ بھی تمام مردوں کے متعلق کہا ہے کہ یوم العثت تک وہ برزخ میں ہیں۔ جہاں جہاں دونوں باتیں کہی گئی ہیں وہاں کسی کے استثناء کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام مردوں کی طرح شہداء بھی قیامت تک برزخ میں ہیں، اور قیامت سے پہلے ان کے لیے کوئی جداگانہ نہیں ہے۔ اب جو قرآن کہتا ہے کہ وہ رب کی حضور میں ہیں، اور ان کو رزق ملتا ہے گویا حالہ یہ حضور اور رزق اسی برزخ میں ہوگا۔ اس سے آپ کے تمام نظریے باطل ہو جاتے ہیں، یعنی اہل برزخ کا بالکل ہونا، رب کی حضور سے آرزو میں رہنا اور عذاب و ثواب دونوں سے محفوظ اور محروم رہنا۔

(۲۲) جس طرح دلیل پیش کرنے سے پہلے خود اپنے نفس میں سوچ لینا ضروری ہے اسی طرح دلیل کا رد کرنے سے پہلے بھی انسان کو اپنے نفس میں سوچ لینا چاہیے۔ آپ نے جواب میں جو آیت پیش کی ہے۔ اس کے مضمون پر اگر آپ غور کر لیتے تو آپ کو خود معلوم ہو جاتا کہ اس سے آپکا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار فتنے میں ڈالے جاتے ہیں اب اگر سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ میں عذاب سے مراد وہی فتنہ میں ڈالنا ہے تو صرف مَرَّتَيْنِ (دو بارہ کی قید لگانے کے کیا معنی؟ اس سے تو لازم آتا ہے کہ جن کے حق میں سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ کہا گیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ ایک سال زندہ رہتے حالانکہ واقعہ نہیں ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں جس چیز کو عذاب کہا گیا ہے وہ بعینہ وہ چیز نہیں ہے جسے دوسری آیت میں فتنہ کہا گیا ہے۔ بلکہ دراصل زندگی کے تمام فتنوں کا مجموعہ ایک مرتبہ کا عذاب ہے۔ اس کے متصل (اور اتصال پر صرف اس دلالت کرتا ہے) دوسرا عذاب برزخ کا ہے، اور اس کے بعد عذاب عظیم سے مراد قیامت کا عذاب ہے۔

فضل فونشن پن

سینر ۷۸۶ جو نیر ۱۱۱

نیا اسٹاک اچکا ہے

خوبصورت پائدار قیمت واجبی علاوہ اس کے سامان ایٹھنری

وکانڈو غیرہ خط و کتابت سے طلب فرمائیے
فدا علی محمد علی تاجر کاغذ پتھر می حبیدرا باؤن